رجسٹرڈ ایل نمبر

ہندوستان بھر کے سکھوں اور آریوں میں تبلیغ اسلام کے اہم فرائض کو بجا لانیوالا اکیلا اخبار

مورخہ ۲۳ جون ۱۹۲۶ع

ہر مہینے کی ۷-۱۶-۲۳ تاریخ کو شایع ہوتا ہے

یھدی اللہ لنورہ من یشاء

نور

ضوابط

چندہ سالانہ عوام سے تین روپے (عہ)

" ششماہی " ایکروپیہ ۱۲/ (عہ ۱۲/)

" سالانہ امراء سے سات روپیہ (معہ)

" " ممالک غیر سے

۹ شلنگ

مقاصد

(۱) اسلام کی خوبیوں اور برکات کا ذکر کرنا اور دیگر مذاہب پر اس کی حقیقت ظاہر کرنا۔

(۲) سکھوں اور آریوں میں اشاعت اسلام کے اہم فرائض کو ادا کرنا۔

(۳) دیگر مذاہب کے حملوں کا کافی جواب دینا۔

(۴) راعی اور رعایا کے تعلقات کو مضبوط اور مستحکم کرنا۔

قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب

جلد ۱۶ — ایڈیٹر شیخ محمد یوسف سابق سورن سنگھ ودوان برہمچاری — نمبر ۱۶

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نور اینڈ سنز کی تیر بہدف و شہرہ آفاق دوائیں

ایک ہزار روپیہ نقد لیجئے

یہ امر تو اب اظہر من الشمس ہو چکا ہے کہ ہمارا ساختہ موتی سرمہ (رجسٹرڈ) ضعف بصر۔ ککرے۔ خارش۔ جلن۔ پھولا۔ جالا۔ پانی بہنا۔ دھند۔ غبار۔ گوہانجنی۔ رتوندہ۔ ناخونہ موتیابند غرض کہ جملہ امراض چشم کے لئے اکسیر ہے۔ قیمت فی تولہ دو روپے آٹھ آنہ

ریلوے انسپکٹر کی شہادت جناب بابو فقیر اللہ صاحب پی ڈبلیو انسپکٹر گولڑہ جنکشن لکھتے ہیں میں نے کئی اشتہاری سرمے استعمال کئے۔ کچھ فائدہ نہ ہوا۔ مگر آپ کے سرمہ کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اس کے چند روزہ استعمال سے اب میں بغیر عینک کے لکھ پڑھ سکتا ہوں۔ اللہ آپکو اسکا اجر عظیم دے۔ فائدہ عام کیلئے آپ میری یہ شہادت ضرور شایع کردیں اور ایک تولہ سرمہ اور بذریعہ وی پی جلد بھیجدیں۔ اس شہادت کے جعلی ثابت کرنیوالے کو ایکہزار روپیہ ملیگا

اکسیر البدن (رجسٹرڈ) جس دوا کی خریداروں کو دیر سے انتظار تھی آخرہ تیار ہوگئی خوشمند احباب جلد منگوائیں کیونکہ بوجہ قیمتی اجزا کے بہت کم مقدار میں تیار کی گئی ہے۔ کمزور کو زور آور اور زور آور کو فربہ اور شندور کو ناگہانی امراض سے محفوظ رکھنے میں یہ دوا بے نظیر ہے۔ دل میں نئی امنگ اعضا میں نئی ترنگ دماغ میں نئی جولانی پیدا کرنا

بس اس دوا کا ہی کام ہے۔ گویا ہر قسم کی بدنی و دماغی کمزوری دور کرنیکے لئے اکسیر اعظم ہے قیمت پانچ روپے

ایک حکیم کی شہادت: حکیم پیر سراج الحق صاحب نعمانی سرساوی لکھتے ہیں کہ یہ دوا مجھے نہایت ہی مفید ثابت ہوئی۔ اعصابی کمزوری دور ہو گئی جاتا رہا۔ نزلہ کی شکایت جو دور اور سستی کافور ہوگئی۔ بھوک کھل گئی۔ میں طبی خیال سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ بیشک یہ دوا ہر مرد و عورت کیلئے مفید ہے

اکسیر معدہ یہ کون نہیں جانتا کہ کمزور معدہ انسانی زندگی کو نکما بنا دیتا ہے۔ گرمی کے دنوں میں تو قریباً ہر ایک معدہ کمزور ہو جاتا ہے جسکا نتیجہ درد شکم اپھارہ بادگولہ۔ بدہضمی۔ کمی بھوک۔ ترش ڈکاریں۔ قے۔ ہیضہ۔ جگر و تلی کا بڑھ جانا وغیرہ وغیرہ ہوتا ہے یہ دوا نہ صرف ان عوارض کو دور کرتی بلکہ بھوک کو بڑھاتی معدہ کو طاقت دیتی اور رنگ نکھارتی ہے فی شیشی

موتی دانت پوڈر (رجسٹرڈ) حکما اور ڈاکٹروں کا متفقہ فیصلہ ہے کہ گندہ منہ اور میلے دانت ہزاروں بیماریوں کا گھر ہیں۔ اگر آپ اپنی صحت کو ضروری سمجھتے ہیں تو آج سے ہی موتی دانت پوڈر استعمال کریں جو کل امراض کو دور کرتا دانتوں کو مضبوط بناتا ہے فی شیشی

المشتہر منیجر نور اینڈ سنز نور بلڈنگ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

باہتمام شیخ عبدالمجید پرنٹر روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر میں چھپا اور شیخ محمد یوسف پبلشر نے نور بلڈنگ قادیان سے شایع کیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تبلیغ کیلئے بہترین کتابیں

اگر یہ سب کتابیں اکٹھی خریدیں تو نصف ورنہ سالم قیمت

آریہ مذہب کی حقیقت

آریوں میں تبلیغ کے لئے بینظیر کتاب جو حسب ذیل مضامین پر مشتمل ہے:۔

(۱) آریہ مذہب میں مکتی کا دروازہ بند (۲) آریہ مذہب کی تنگدلی (۳) مختلف مذاہب کے ہادیوں کے متعلق آریوں کی خطرناک بدزبانی (۴) آریوں کا مسئلہ نیوگ اور انسانی غیرت (۵) مسئلہ نیوگ اور قانون (۶) ویدوں میں جدال وقتال کی خطرناک تعلیم (۷) کیا آریہ وید الہامی ہیں (۸) آریہ سماج کے ممبروں کی حالت (۹) ویدوں کی کچھ اندرونی سیر (۱۰) ویدک ایشور کے کارنامے (۱۱) تناسخ کا بودا پن (۱۳) پنڈت دیانند کا سنیارتھ پرکاش علمی کسوٹی پر (۱۴) آریہ کتب میں شدھی کا دروازہ بند (۱۵) آریہ سماج مذہبی سوسائٹی ہے یا ایک سیاسی گروہ وغیرہ وغیرہ۔ گویا آریوں کی تمام کتب کا عرق نکال کر رکھدیا ہے۔ قیمت صرف عہ (ایک روپیہ)

ہندو دہرم کی حقیقت

یعنی سناتن دہرم پر ایک تنقیدی نظر آجتک مسلمانوں کی طرف سے اس مذہب کے متعلق بہت ہی کم لٹریچر مہیا کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ لوگ نسبتاً اسلام کے زیادہ قریب ہیں۔ اس لئے اس قابل قدر کتاب نے ایک بڑی بھاری تبلیغی ضرورت کو پورا کیا ہے اس معرکتہ الآرا کتاب میں حسب ذیل مضامین ہیں۔ (۱) ویدوں کی حقیقت (۲) کیا وید الہامی ہیں (۳) ہندوؤں کا مسئلہ اوتار (۴) اوتاروں کی تعلیم (۵) ست جگ کے اوتار (۶) ایشور مچھلی کے روپ میں (۷) ایشور کچھوے کے روپ میں (۸) ایشور سور کے روپ میں (۹) ایشور نصف انسان اور نصف حیوان کے روپ میں (۱۰) ترتیا جگ کے اوتار (۱۱) ایشور باونے کے روپ میں (۱۲) ایشور کلہاڑے والے کے روپ میں (۱۳) رام اوتار (۱۴) دواپر جگ کا اوتار (۱۵) کرشن اوتار (۱۶) بدھ اوتار (۱۷) ضرورت اسلام پر سوامی دیانند کی شہادت (۱۸) مذہبی رواداری اور برکات اسلام پر ہندو لیڈروں کی شہادت وغیرہ۔ گویا ہندوؤں کے کل گرنتھ جو ہزار ہا اوراق پر مشتمل ہیں۔ اور آج تک مسلمانوں کے کانوں تک ان گرنتھوں میں درج شدہ مضامین کی بھنک تک نہ پڑی تھی۔ اس کتاب میں ان سب کا نچوڑ نکال کر رکھدیا گیا ہے۔ یہ کتاب ہندوؤں میں تبلیغ کے لئے بہت مفید ہے۔ قیمت ۶؍

پروفیسر رامدیو کے چھ سوالوں کا جواب

مشہور آریہ اوپدیشک پروفیسر رامدیو بی۔ اے کے اسلام پر حسب ذیل چھ اعتراضات کا دندان شکن جواب (۱) قرآن مجید آنحضرت صلعم کا روزنامچہ ہے (۲) قرآن مجید کا ذکر شاعرانہ ہے (۳) پردہ بری چیز ہے (۴) کثرت ازدواج زناکاری ہے (۵) گوشت انسانی کی قدرتی غذا نہیں (۶) قرآن مجید کی نسبت گیتا اور رامائن زیادہ پاکیزگی دیتے ہیں۔ جواب ایسا جامع گویا معترض کو گھر تک پہنچا دیا ہے۔ اور تو اور خود پروفیسر موصوف بھی اس جواب کو پڑھکر داد دیئے بغیر نہ رہ سکتے۔ قیمت ۸؍

ست اوپدیش

یہ کتاب کس پایہ کی ہے۔ اس کے لئے آپ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی رائے مبارک ملاحظہ فرمایئے۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"کہ کتاب ست اوپدیش میں نے پڑھی مجھے یہ کتاب بہت ہی پسند آئی۔ اس کے ختم ہونے پر قلب میں نہایت ہی مسرت پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے ختم کرتے کرتے انسان کو یقین ہو جاتا ہے۔ کہ باوا صاحب ضرور مسلمان تھے۔ اور دل اس امر پر مطمئن ہو جاتا ہے۔ کہ یہ ایک زیر بحث مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش کو نیک ثمرات پیدا کرنے کا موجب بنائے میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت اس کتاب سے خود بھی فائدہ اٹھائے گی۔ اور کثرت سے اس کتاب کو خرید کر دوسروں میں تقسیم کرے گی۔ دس کتابیں آپ میری طرف سے سکھوں میں تقسیم کردیں اور قیمت مجھسے وصول کرلیں"۔ قیمت عہ

مسلمانوں کے احسان سکھوں پر

ہندوؤں نے مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان جدائی اور دشمنی پیدا کرنے کے لئے قطعی غلط اور جھوٹ مشہور کر رکھا ہے کہ مسلمانوں نے سکھ گوروؤں خصوصاً گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کو بہت ستایا ان کے صاحبزادوں کو قتل کرایا وغیرہ۔ اس کتاب میں ازروئے واقعات اور معتبر تاریخی شہادتوں سے اس امر کو ثابت کیا گیا ہے۔ کہ ہندوؤں کے یہ الزامات بالکل غلط بلکہ ان سب جور وستم کے بانی ہندو تھے۔ اور برخلاف اس کے مسلمان ہر آڑے وقت میں سکھوں کے کام آئے۔ اور سکھ گوروؤں کے پانی کی جگہ اپنا پسینہ بہایا۔ اس رسالہ کے معتبر اور زبردست ہونے میں اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کہ سکھوں کے مشہور اردو اخبار لائل گزٹ نے اس رسالہ کے مضمون کو ۳ حصے حرف بحرف اپنی اخبار میں شایع کیا۔ ضرورت ہے۔ کہ ہر ایک مسلمان اس رسالہ کے قیمتی مضمون سے آگاہ ہو۔ قیمت ۵؍

سکھ اور مسلمان

ایڈیٹر نور کا وہ لیکچر جو گذشتہ سالانہ جلسہ پر دیا گیا اور اب دوستوں کی اصرار پر کتابی صورت میں چھاپا گیا تھا۔ یہ لیکچر اس قدر قبول ہوا کہ اس کا پہلا ایڈیشن جو دو ہزار چھپا تھا ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگیا۔ صرف چند کاپیاں باقی ہیں۔ سکھوں اور ہندوؤں میں تبلیغ کے لئے بہترین حربہ ہے۔ قیمت یکصد کاپی بارہ روپے آٹھ آنے پچاس کی ستا روپے آٹھ آنہ پچیس کی پانچ روپے۔ دس کی دو روپے آٹھ آنے فی کاپی ۲؍ چھ آنہ

ملنے کا پتہ

منیجر اخبار نور قادیان دار الامان (پنجاب)

آریہ مذہب کی حقیقت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر ۶

اسلام کا تو خطرناک سے خطرناک دشمنوں کے متعلق یہ ارشاد ہے کہ فان انتھوا فان اللہ غفور رحیم پس اگر باز آ جائیں تو در گذر کرو کیونکہ اللہ غفور رحیم ہے۔ جاؤ ویدوں کو تلاش کر جاؤ۔ کہیں بھی ایسی تعلیم نہیں پاؤ گے۔ کہ خطرناک سے خطرناک دشمن کو بھی اس دریا دلی سے معاف کر دیا جائے۔ اس کے مقابل ذرا آپ یجر وید ادھیائے ۵ منتر کا ملاحظہ کریں کہ:-

"پرماتما پہاڑ کے رہنے والے شیر کی طرح گناہگاروں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر دکھ دیتا ہے"

واہ واہ پرماتما کا کیسا اعلیٰ نقشہ کھینچا ہے شیر خونخوار درندے سے جانور اس لئے بچ سکتے ہیں کہ وہ عالم الغیب نہیں۔ مگر پرماتما سے گناہگار کس طرح بچیں کیونکہ وہ عالم الغیب ہے۔ کیا اس منتر کی موجودگی میں دیالو و کرپالو کہا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ پھر لکھا ہے۔

"ویسے ہی شیر ببر دشمنوں کے ناش کرنے ہارے ہو کر اس دنیا کی حفاظت کرنے والے ہو جیئے" (رگوید منڈل ۱ سوکت ۱۰ منتر ۸)

پھر رگ وید منڈل ۱ سوکت ۸ تمام کا تمام جدال اور قتال کی تعلیم سے بھرا ہوا ہے۔

منتر ۲ مخالفوں کے جلانے والی دولت مجھے خوب طرح دیجئے۔

منتر ۳ جس مذکورہ بالا دھن سے بازوؤں سے جنگ اور گھوڑے وغیرہ فوج کے سامان سے یقیناً دشمنوں کو شکست دیں"

پھر یجر وید ادھیائے منتر ۸ میں لکھا ہے کہ "جو ہم کو دکھ دیتا ہے یا جس کو ہم دکھ دیتے اس کو آپ ہمیشہ سزا دیجئے"

جو ہم کو دکھ دیتا ہے خیر یہ تو ہوا۔ مگر جس کو ہم دکھ دیتے ہیں اس کو ہمیشہ سزا دیجئے"!

یہ کیسی نئی منطق اس انصاف اور عدل کے کیا کہنے۔ کہ ایسے آدمی کو آپ اس لئے سزا دیں کہ اسے ہم دکھ دیتے ہیں۔ کیا اس انصاف کی بھی کوئی حد ہے قدرت خدا کی کہ پھر ان لوگوں کی طرف سے اعتراض ہوتا ہے۔ اسلامی جہاد پر۔

شان ہے تیری کبریائی کی

سوامی دیانند کی زندگی کے مختلف پہلو

آریہ سماج جس قدر دریدہ دہن اور منہ پھٹ واقع ہوا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ ان کی دریدہ دہنی سے بیگانے تو بیگانے اپنے بھی نہ بچ سکے۔ شری کرشن مہاتما بدھ اور دیگر ہندو بزرگوں کے متعلق جو کچھ ستیارتھ پرکاش میں درفشانی اور رشتہ کلامی سے کام لیا گیا ہے۔ مذکورۃ الصدر کتاب کے اوراق اس کے بہترین گواہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور شری گورو نانک دیوجی مہاراج کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے۔ غالباً وہ تو کسی حساب وکتاب ہی میں نہیں ہے۔ مختلف مذاہب اور فرقوں کے اتحاد و اتفاق کو پاش پاش کرنے والے ستیارتھ ایک خطرناک بم سے کم نہیں۔ اور جب تک یہ شستہ کتاب دنیا میں موجود ہے مختلف مذاہب میں صلح اور اتفاق کی امید چاند کے پکڑنے اور سراب سے پانی کی جستجو کرنے سے بڑھکر کوئی حقیقت نہیں رکھتی بھلا جب کسی کے باپ کو برا بھلا کہا جائے تو کوئی خلف الرشید کیا ایسے شخص سے کلام کرنے کا روادار بھی نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ کسی کے امام ہادی اور گورو کی شان مبارک میں دریدہ دہنی سے کام لیا جائے سوامی دیانند صاحب جنہوں نے اپنی مایہ ناز کتاب ستیارتھ پرکاش میں نہ بڑوں کو چھوڑا اور نہ چھوٹوں کو آنکرم خود کس پانی میں تھے۔ یہ پہلو بھی اور عجیب وغریب ہے۔ اور اختصار کے ساتھ اس کا کچھ حصہ ہم قسطوار ہدیہ ناظرین کرتے رہیں گے چنانچہ یہ پہلی قسط ہے۔

سوامی دیانند صاحب نے ۱۸۷۵ء میں تھیوسوفسٹ انگریزی اخبار میں اپنے حالات چھپوائے تھے جس کا ولیپت راشٹ جگراؤں والے نے اردو میں ترجمہ کیا اس سے ہم چند اقتباسات درج ذیل کرتے ہیں اس سوانحعمری کے صفحہ ۱۲ پر سوامی صاحب کا یہ قول ہے کہ مجھے ایک برہم چاری ملا اور اس نے مجھے کہا کہ بہتر ہے کہ تم ہمارے فرقہ میں شامل ہو جاؤ۔ چنانچہ میں ان کے مت میں شامل ہو گیا۔ اور انہوں نے میرا نام شدھ چیتن رکھدیا پھر صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے کہ برہمانند وغیرہ پنڈت پرشوں نے مجھے پورا پورا یقین دلا دیا کہ برہم یعنی ایشور میرے وجود سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے۔ جیو اور برہم کی ایکتا کا نشچے (یقین) مجھے اچھی طرح کرا دیا پہلے بھی میرے دل میں اکثر یہ بات آتی تھی۔ لیکن ان مہاپرشوں نے اس بات کو میرے دل میں اچھی طرح ذہن نشین کرا دیا اور مجھے پوری طرح یقین ہو گیا کہ برہم (خدا) میں ہی ہوں"!

ناظرین کرام یہ بات قابل غور ہے۔ کہ ایک شخص مدت تک اپنے آپ کو خود خدا سمجھتا رہا یا دوسرے الفاظ میں ناستک رہا اور خاصی مدت تک اس کا یہی عقیدہ رہا۔ یہ عقیدہ رکھنے والے نہ صرف اپنے آپ کو ہی برہم کہتے ہیں۔ بلکہ برہم (خدا) اور چیلا بھی برہم ہوتی بھی برہم اور میاں بھی برہم مالک بھی برہم اور نوکر بھی برہم باپ بھی برہم اور بیٹا بھی برہم وغیرہ گویا توحید کے مقابلہ میں شروع سے سوامی دیانند صاحب مغالطہ یا دھوکہ میں رہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود کئی چیتیرے بدلنے کے بعد جن کا ذکر انشاء اللہ آگے آگے آئیگا۔ آخری عمر میں جو توحید بھی آپ نے اپنے پیروؤں کے سامنے رکھی وہ نہ صرف یہی کہ ایک نامکمل اور ناقص توحید ہے۔ بلکہ اس میں دہریت کی رنگ نمایاں ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ ہم آریہ سماج میں روحانی زندگی مفقود پاتے ہیں۔

سکھ اور مسلمان

نمبر ۵

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر راگ محلہ پہلا شلوک ۴ میں صاف فرما دیا۔ کہ اوتار خدا نہیں ہوسکتے ؎

کیا اوپما تیری آکھی جائے
توں سرب میں رہیا تو لائے

پون اپائے دہری سب دہرتی جل اگنی کا بند کیا
اندھے دھسر موند کٹا یار اواں مار کیا وڈ بھیا،
جیوا پائی جگت ہتھ کینی کالی نتھہ کیا وڈھیا،
کستوں پر کھ جو ر د کوں کہئے سرب نرنتر رو رہیا

ہے پرمیشور! تو دہمن ہے۔ تونے اپنی رحمانیت کے ہوا اور پانی اور آگ پیدا کرکے اس دنیا کو قائم کیا۔ اگرچہ رامچندر جی نے دس سر والے راون جیسے کمینہ خواہشات رکھنے والے کو مار ڈالا لیکن اس میں کوئی انکی بہادری نہیں اور اس سے وہ خدا نہیں بن جاتا۔ اے رب العالمین ہم اس قدر کمزور ہیں۔ کہ تیری حمد و ثنا نہیں کرسکتے جل وتھل اور بحر و بر میں تیرا ہی جلوہ ہے۔ اور خلقت تیرے ہی نور سے منور ہے۔ ہے خالق ہم تیری کیا تعریف کریں۔ تو نے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ پرمیشور ہم تجھے نہ پرکھ (مرد) کہ سکتے ہیں۔ اور نہ ناری (عورت) کیونکہ تو تو جنم مرن سے الگ ہے۔ اور جو نور سے نیارا ہے

غرض اس طرح باوا صاحب نے ہندوؤں کے اس عقیدہ کی تردید کی۔ جو وہ اوتاروں کے متعلق رکھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے اس عقیدہ کی تائید میں ہیں جو خدا اور ان کے ماموروں کے متعلق ان کا ہے۔ اور نہ صرف تائید کی بلکہ اس کو تسلیم بھی کیا۔ اور اسی طرح اپنے عقیدہ کو خدا اور اوتاروں کے متعلق بنایا۔ جس طرح کہ مسلمانوں کا ہے۔ اور جس طرح کا عقیدہ رکھنے کی مسلمانوں کو تعلیم دیگئی ہے۔ اس سے سر مو فرق نہیں۔

اسلام اور ہندو ازم پر باوا نانک کا بحیثیت مجموعی تبصرہ پیارے بھائیو! اس قدر بتا دینے اور یہ بات آپ کے علم میں لا دینے کے بعد کہ گو باوا صاحب ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہوئے۔ مگر وہ بچپن سے ان سب باتوں سے نفرت رکھتے تھے۔ جو ہندوؤں میں بطور رسم و رواج اور مذہب کے جاری تھیں۔ چنانچہ یہ بات آپ لوگوں کو معلوم ہوگئی ہے۔ کہ باوا صاحب نے عین بچپن کے زمانہ میں رسم زنار بندی کی مخالفت کی۔ اور اسی طرح اور بعض رسوم سے بیزاری کا اظہار کیا۔ محض ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہونے سے کوئی شخص ہندو نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ وہ اپنے اعمال اور کردار سے یہ ثابت نہ کردے کہ وہ ہندو ہے۔ اس کلیہ کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کرسکتا۔ کہ باوا صاحب ہندو تھے یہاں تک کہ سکھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ آپ ہندو تھے۔ باوا صاحب کے اعمال اور کردار عین مسلمانوں والے تھے۔ ان کی شکل و صورت بلکہ بعض حالات میں کیا اکثر حالات میں ان کا لباس اور ان کی خوراک سب مسلمانوں والی تھی۔ چنانچہ آپ نے عین اس وقت جبکہ آپ رائے بلار کی کوششوں سے اپنی ہمشیرہ نانکی جی اور بہنوئی جیرام کے پاس سلطانپور ڈکپور تھلہ میں پہنچے۔ اور آپ جیسے اللہ کے مودی نواب دولت خان کے مودی خانہ میں بطور مودی مقرر ہوئے۔ تو آپ نے پھر بھی اللہ کی یاد کو نہ چھوڑا بلکہ مودی گری جیسے نازک کام کے ذریعے بھی خدا کی ہی رضا کو پایا۔ اور بالآخر سب کچھ ترک کرکے "تیرہ تیرہ" کہتے ہوئے خدا کے لئے ہوگئے۔

جوں جوں آپ میں خدا کی لگن بڑھتی گئی۔ توں توں آپ پر کھلتا گیا۔ کہ یہ لگن اگر پوری ہوسکتی ہے اور اس کے پورا ہونے کے سامان اگر کہیں ہیں۔ تو اسلام میں ہی ہیں۔ ہندو ازم میں انہیں کچھ نظر نہ آیا اس لئے ہر موقعہ پر انہوں نے اس مذہب کا بطلان کیا۔ اور اسلام میں انہیں سب کچھ دکھائی دیا اس لئے آپ نے اس کی تلقین شروع کردی

اور خود بھی اس کے احکام پر عمل کرنا شروع کردیا۔ آپ نے مسجدوں میں جانا۔ نمازیں پڑھنا۔ اذانیں دینا۔ روزے رکھنا۔ قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔ حج کرنا۔ اسلامی صوفیا کے طریق پر مشائخ اور بزرگوں کی قبروں پر مراحل روحانی طے کرنے کے لئے چلے کاٹنا۔ اسلامی مقامات کا سفر کرنا۔ اسلامی طرز کا لباس زیب تن کرنا۔ اسلامی طرز کی خوراک کھانا۔ دوستوں اور پاس بیٹھنے والوں کو اسلام اور اسلام کے خدا اور اسلام کے نبی اور اسلام کی کتاب کی باتیں سنانا شروع کردیں۔ غرضکہ اپنے آپ کو من کل الوجوہ مسلمان بنالیا۔ چنانچہ یہاں تک عظمت اسلامی آپ کے دل میں جاگزیں ہوئی۔ کہ آپ نے نواب صاحب کو بھی جو کہ مسلمان تھے۔ اسلامی عظمت سے لبریز شبد سنانے شروع کردیئے۔ چنانچہ آپ نے نواب صاحب کو مخاطب کرکے فرمایا ؎

وار ماجھہ محلہ پہلا شلوک ؎

مسلمان کہاون مشکل جاں ہوئے تاں مسلمان کہلاوے
اول اول دین کر مٹھا مشکل ماتا مال مساوے
ہوئے مسلم دین مہانے مرن جیون کا بھرم چکاوے
رب کی رضا منے سر اوپر کرتا منے آپ گواوے،
تیوں نانک سرب جیاں مہرمت ہوئی تاں مسلمان کہاوے

یعنی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنا آسان ہے۔ مگر یہ مشکل ہے۔ کہ سچے مسلمانوں جیسے کام کئے جائیں پہلے اپنے عزم کو پختہ کرنا چاہیئے۔ اور پھر اس کوچہ میں قدم رکھنا چاہیے، ایسا آدمی جو اپنے ایمان کو پختہ کرکے اور خلوص دل سے مسلمان ہوگا۔ وہی دنیا کے رنج و محن سے نجات پائیگا اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے۔ خدا کی رضا کو مقدم سمجھے۔ خودی کو دور کرے۔ اور مخلوق اللہ پر رحم کرے۔ تب مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے۔

ایسا ہی وار ماجھہ محلہ پہلا شلوک، میں آپ فرماتے ہیں ؎

مہر مسیت صدق مصلیٰ حق حلال قرآن
شرم سنت سیل روزہ ہوئے مسلمان
کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نواز
تسبیح تسانت بہاوسی نانک رکھے لاج

معذرت

... ہیں ناظر صاحب ... دعوۃ و تبلیغ کے
ارشاد سے ... احمدیہ سالانہ
جلسہ میں جا رہا ہوں۔ لہذا اگست
آئندہ ... جون ... چار ... دو خاص ایشاعت
... شائع ہو ... دوست مجھے معذور
سمجھیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسجد میں جانے سے انسان کے اندر تضرع پیدا ہوتی ہے اور مصلی پر قدم رکھنے سے صدق اور قرآن شریف کی تلاوت سے حق حلال میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے سے دل میں شرم و حیا پیدا ہوتی ہے۔ اور روزے رکھنے سے شوانتی۔ اطمینان قلب اور صبر حاصل ہوتا ہے۔ اور نیک کام کرنے اور نیک کام کعبہ کے حکم میں ہیں۔ جس کی طرف منہ کرنا چاہیئے۔

یہ نواب دولت خان ہی کی کوئی خصوصیت نہیں تھی۔ کہ آپ نے اس کے سامنے اس قسم کی باتیں بیان فرمائیں۔ بلکہ آپ ہر موقعہ پر اور ہر مقام پر اس قسم کے نکات معرفت بیان فرماتے۔ جو سراسر اسلامی قدوسیت اور اسلامی عظمت سے لبریز ہوتے۔ اور پھر یہ ہندوستان ہی نہ تھا۔ کہ آپ یہاں کے لوگوں کو اس قسم کی پند و وعظ فرماتے۔ بلکہ ہندوستان سے باہر بلاد اسلامیہ میں بھی آپ کا یہی طریق تھا۔ اور آپ وہاں بھی اسلام اور توحید الہٰی کے متعلق بیان فرماتے ہیں۔ مگر ہندو مذہب کی جہاں بھی گئے تردید ہی کی۔ اور بطلان ہی کیا۔ اور کبھی اس کے متعلق یہ نہ فرمایا۔ کہ اس کے حکموں کو مانو۔ اسکی وجہ یہی تھی کہ آپ اسکو ایک مردہ مذہب سمجھتے تھے اور اسے اس قابل نہیں جانتے تھے۔ کہ وہ لوگوں کی نجات کا باعث ہو سکتا ہے۔ غرض باواصاحب نے جب تعلیم دی اسلامی عقاید ہی کی تعلیم دی۔ اخلاق اگر پیش کئے۔ تو اسلامی۔ توحید اگر پیش کی تو اسلامی خدا اگر پیش کیا۔ تو اسلامی۔ رسول اگر پیش کیا۔ تو اسلامی۔ کتاب اگر پیش کی۔ تو اسلامی۔ کلمہ اگر پیش کیا۔ تو اسلامی۔ حج اگر پیش کیا تو اسلامی۔ اذان اگر پیش کی۔ تو اسلامی۔ نماز اگر پیش کی۔ تو اسلامی بہشت اور دوزخ اگر پیش کیا۔ تو اسلامی۔ غرض ہر بات جو پیش کی وہ اسلامی پیش کی۔ جیسے بھی اگر گائے تو اسلام ہی کے ایک فرقہ کے طریق پر گائے۔ بغداد بھی اگر گئے تو وہ اسلامی روح کے ماتحت ہی گئے۔ مشائخ اور فقرا اور صوفیا سے اگر ملاقاتیں کیں تو وہ بھی اسلامی غرض اور اسلامی استفادہ کے لئے کیں۔ القصہ باواصاحب کی ہر بات اسلام میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اور الہام کے ذریعے بھی خدا نے انہیں اسلام ہی کی تلقین کی۔ اور خود انہیں بتایا۔ پڑھایا۔ سکھایا۔ کہ صرف اور صرف اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے۔ اسی کے پیرو گاہ راستی پر ہیں۔ چنانچہ باواصاحب نے متعدد جگہ اس کا اظہار فرمایا۔ کہ مسلمان گیانی ہے۔ چنانچہ جنم ساکھی کلاں صفحہ ۳۰۳ پر فرماتے ہیں ؎

گئے
عمل ہندواں دا ہٹ گیا وہ مسلمان

یعنی مسلمان لوگ اعمال میں بڑھ گئے۔ غرض اور بھی ایسی باتیں ہیں جو باواصاحب نے اسلام کی تائید میں اور ہندو مت کی تردید میں فرمائی ہیں۔ جن سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔ کہ باواصاحب مسلمانی عقیدہ رکھتے تھے۔ نہ کہ ہندوانی۔ کیونکہ ہندوؤں کے متعلق باواصاحب نے جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۱۰ پر صاف کہا ہے۔ کہ ہندو بت پرست ہیں۔ اور اس سبب سے وہ کافر ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

پرستش کرے آفتاب وی دلی جانے ایہہ خدائے
ایہہ بھی اپنے مذہب وچ ہو رہے گمراہے
ہندو ہوئے بت پرست جانت بت خدائے
تس کر کافر کہیں ہوئے رہے گمراہے

باواصاحب ہندوؤں کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ بت پرست ہو گئے۔ اور بتوں کو خدا سمجھنے لگے۔ اس سبب سے وہ کافر ہو گئے۔ اب کونسا وہ عقلمند انسان ہے جو باواصاحب جیسے بھگت کے متعلق یہ خیال کر سکے۔ کہ وہ ہندوؤں کو کافر جاننے کے پھر بھی ہندو تھے۔ غرض وہ مسلمانوں کی طرح السلام علیکم اور وعلیکم السلام کہتے قیامت پر وہ اسلامی نقطہ نگاہ سے ایمان رکھتے۔ اور اور باتوں کے لحاظ سے بھی وہ اسلام ہی کی تعریف کرتے اور اسلام ہی کو قابل قبول اور لائق عمل بتاتے۔ پس ایک سچے اور موحد مسلمان کی طرح آپ کی ہر حرکت و سکون سے اسلامی شان ظاہر تھی۔

حضرات! میں نے ایک محققانہ رنگ میں دکھا دیا ہے کہ باواصاحب ہندوؤں کے کل مسلمہ مذہبی عقاید سے بیزار تھے۔ اور مسلمانوں کے کل مسلمہ مذہبی عقائد کے معترف اسلام کے موٹے موٹے اصول یہی تو ہیں۔ توحید۔ کلمہ طیبہ۔ روزہ۔ نماز۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان حج کعبہ۔ قیامت۔ ملائکۃ اللہ اور قرآن مجید پر ایمان لانا سو باواصاحب ان سب پر ایمان رکھتے تھے۔ پھر یہی نہیں بلکہ آپ خالص توحید کے بھی مقر تھے۔ چنانچہ آپ کے اقوال اونکار، ست نام، کرتار پورکھ، نربھو، نرویر، اکال مورت، اجونی سے بھنگ، وغیرہ وغیرہ اس پر دال ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا ایک ہے۔ حق ہے خالق ہے۔ اس کو کسی کا خوف نہیں۔ اس کو کسی سے دشمنی نہیں۔ اس پر فنا نہیں آتی۔ وہ پیدا نہیں ہوتا۔

غرض باواصاحب کا تبصرہ جو آپ نے اپنی زندگی میں ہندو و مسلم مذہب پر کیا۔ اور باواصاحب کا عمل جو آپ نے اسلام کے مطابق کیا۔ بتاتا ہے۔ کہ آپ خالص مسلمان تھے۔ اور آپ کا یہ تبصرہ اسلام کی تائید میں تھا۔ اور ہندو مت کی تردید میں۔

باواصاحب کے مسلمان ہونیکے متعلق سکھوں کی گواہی

حضرات یہاں تک تو میں نے باواصاحب کے اقوال اعمال اور شبدوں اور شلوکوں کی بنا پر ثابت کیا ہے۔ کہ وہ مسلمان تھے۔ اب میں آپ کے مسلمان ہونے کے متعلق خود سکھ حضرات کی شہادتیں پیش کرتا ہوں جو بلا خوف تردید اس بات کو پیش کر رہی ہیں۔ کہ باواصاحب مسلمان تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے میں واراں بھائی گورداس جی اور جنم ساکھی کی شہادتیں پیش کرتا ہوں کہ باواصاحب مسلمان تھے۔ اور جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰۰ پر ہے ؎

پھر نیلا جبہ پہن کے بیٹھا کے آن
اکو اک خدا ہے آکھے مومن کلام
نیلا بانا پہن کر دھریا مصلی ایس
عصا کوزہ پاس رکھ پوری کی خدمت

(باقی آئندہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نور اور نور کے دوستوں کا صفحہ

ضروری اطلاع

یہ اطلاع پہلے ۱۹ مئی کے پرچہ میں بھی درج کی گئی تھی۔ اب اس پرچہ میں دوبارہ درج کی جاتی ہے۔ کہ جن دوستوں کا چندہ اخیر مئی یا جون تک ختم ہے۔ ان سب دوستوں کے نام یکم جون کو وی پی کئے جائیں گے نور جس خلوص قلب اور صدق نیت سے سکھوں جیسی دلاور اور آریوں جیسی دشمن اسلام قوم میں اشاعت اسلام کے اہم فرائض کو بجا لا رہا ہے۔ آج ایک دنیا اس کی معترف ہے۔ ایسے غازی پرچہ کی اعانت کرنا بلاشبہ اپنی مدد آپ کرنے کے مصداق ہے۔ بوجہ قلیل بلکہ اقل اشاعت ہونے کے نور کی مالی حالت پہلے ہی کمزور ہے۔ امید کہ دوست اس آڑے وقت میں وی پی وصول فرما کر خاکسار ایڈیٹر نور کو خاص طور پر دعا اور شکریہ کا موقع دیں گے۔

ہاں اگر کسی دوست کو کوئی عذر یا شبہ ہو تو وہ دس روز تک وی پی بطور امانت رکھکر دفتر نور سے خط و کتابت کر کے اپنا شبہ دور کر سکتے ہیں۔ پہلے ہی اشاعت کم ہے پھر واپسی وی پی جو کاریزدانا نور کے حوصلہ پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ وہ کسی تفصیل کی محتاج نہیں ہے۔

وی پی واپس کرنیوالے دوست

جن دوستوں نے ماہ مارچ یا اپریل میں وی پی بعد امانت رکھوا کر پھر واپس کر دیئے۔ میں حسن ظنی سے کام لیتا ہوں۔ کہ ان کی نیت وی پی وصول کرنے کی تہی۔ مگر کسی اشد مجبوری کی وجہ سے وی پی واپس ہوئے۔ اس لئے ایسے تمام دوستوں کے نام ہی یکم جون کو وی پی کئے گئے ہیں۔ اور مجھے توقع رکھنی چاہیئے کہ آپ ابکی دفعہ ضرور وی پی وصول فرما کر لہذا ایسے غازی پرچہ کے معاون ثابت ہوں گے۔ نور ان دونوں دوستوں کی جن خاص توجہ کا محتاج ہے۔ اگر دوست اس کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔ تو کبہی خواب میں بہی وی پی واپس نہ کریں۔

نور سے عملی محبت کا ثبوت

اپیل پر اس آڑے وقت میں صرف حسب ذیل دوستوں نے توجہ فرمائی (۱) جناب رسالدار محمد ایوب خاں کیمبل پور ایک خریدار (۲) جناب قاضی محمد عمر صاحب احمدی ہوتی ایک خریدار موخر الذکر وی پی ابہی تک ڈاکخانہ کی زیر حراست ہے (۳) جناب قریشی عبد المجید صاحب سب انسپکٹر پولیس ایک خریدار (۴) جناب شیخ اللہ بخش صاحب عہ (۵) جناب محمد کریم صاحب عمہ (۶) جناب محمد اسحاق صاحب عہ (۷) خانبہادر میرزا غلام صمدانی خان صاحب عہ (۸) جناب غلام قادر صاحب عہ (۹) جناب سردار حسین شاہ صاحب عہ (۱۰) جناب محمد عالم صاحب عہ (۱۱) جناب ملک محمود خانصاحب عہ (۱۲) جناب محمد ایوب خانصاحب رسالدار عہ (۱۳) جناب مولوی کرمداد صاحب عہ (۱۴) جناب مولوی انوار حسین خانصاحب عہ (۱۵) جناب محمد ابراہیم صاحب عہ (۱۶) جناب مولوی فضل الہی صاحب عمہ (۱۷) جناب ملک سلطان محمد خانصاحب للعہ (۱۸) جناب سید فخر الاسلام صاحب عہ (۱۹) جناب محمد نظیر صاحب عمہ گویا اسوقت تک دو نئے خریدار اور مبلغ روپیہ نقد اعانت ملی۔ جزاکم اللہ احسن الجزا۔ یہ اعانت کہانتک ڈہارس کا موجب ہو سکتی ہے۔ اور اگر میں یہ کہوں کہ یہ اپیل بہرے کانوں پر پڑی تو بے جا نہ ہو گا۔ اب کس برتے پر تتا پانی۔

تبلیغی توپخانہ صرف چہہ روپیہ میں

آج دوست اور دشمن ہر دو اس کے معترف ہیں کہ نور کے پرانے فائل سکھوں اور آریوں میں تبلیغی مضامین کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہی ہیں بسا اوقات ایک ایک مضمون کے لئے ہزاروں صفحوں پر دیدہ ریزی کرنی پڑی ہے۔ فائل ۲ تا ۷ (۱۹۱۱ تا ۱۹۱۶) جنکی قیمت مجموعی بارہ روپیہ ہی مگر اب صرف چہہ روپیہ علاوہ محصول ڈاک

اسلامک ریویو

لنڈن کی جلد ۲ کے ۲ و ۳ و ۴ و ۵ و ۶ و ۷ و ۸ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ نمبر موجود ہیں۔ فی پرچہ کی اصل قیمت ۱۰؍ ہے مگر دفتر نور علاوہ محصولڈاک نصف قیمت پر دے گا۔ حاجتمند دوست جلد درخواست کریں

نور کی کایا پلٹ

کچھ عرصہ سے نور خاص طور پر عمدہ کاغذ عمدہ کتابت و طباعت اور عمدہ مضامین سے شایع ہو رہا ہے۔ مگر دوست توسیع اشاعت سے بالکل بے حس ہیں۔ آخر اسکا نتیجہ؟ کیا ۳ یا ۴ سو کی اشاعت پر بہی کوئی اخبار زیادہ دیر کے لئے زندہ رہ سکتا ہے۔ یہی وقت اعانت کا ہے۔

جناب منشی

غلام قادر صاحب احمدی کوٹ قیصرانی سے لکھتے ہیں۔ کہ کیا کہوں جب نور کی کمزوری حالت دیکھتا ہوں تو زہر کے گھونٹ پیکر رہجاتا ہوں

زہرے نوشیم لیکن زہرہ گفتار نیست

اے مولا کریم! اپنے دین متین کے مجاہد شیخ محمد یوسف صاحب پر روحانی و جسمانی انعامات کی بارش برسا۔ اور حسنات دارین سے متمتع۔ اے میرے مالک اگر میری یہ دعا درد دل سے نکلی ہے تو تو اسے قبول فرما۔ کیونکہ تمام طاقتیں تجہی کو ہیں۔

جناب

محمد ایوب خانصاحب رسالدار بہادر و آنریری لفٹننٹ مراد آباد کو چہہ ماہ سے ایک دیوانی مقدمہ چل رہا ہے جس سے وہ بہت پریشان ہیں۔ نیز ان کے صاحبزادہ نے ایف اے کا امتحان دیا ہے۔ دوست دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ رسالدار صاحب موصوف کو دیوانی مقدمہ کے جھنجھٹ سے نجات دے اور ان کے لڑکے کو کامیابی عطا فرما دے۔

قابل قدر نمونہ

عزیز امیر عالم صاحب پٹیالہ سے لکھتے ہیں۔ کہ آپ کو پہلی دفعہ وی پی کا نقصان اٹھانا پڑا۔ کیونکہ چٹہی رساں نے بغیر میری اطلاع کے اسے واپس کر دیا۔ ورنہ میں فوراً اسے وصول کر لیتا۔ بلکہ مجھے حیرانی تہی کہ ایک ماہ ہوا آپنے وی پی کی اطلاع دی تہی مگر ابہی تک کیا وجہ ہوئی کہ نہ آیا۔ نور۔ عزیز موصوف جب چٹہی جماعت میں پڑہتے تھے۔ تب سے نور کے خریدار ہیں اور امر واقعہ یہ ہے۔ کہ آجتک انکا وی پی واپس نہیں آیا یہ پہلا موقعہ تہا۔ اور پھر کائے تھے کے ٹکٹ ادا کر کے عزیز موصوف نے اسکی کما حقہ تلافی کر دی۔ حالانکہ وی پی کے واپس ہونے میں انکا کوئی قصور نہیں تہا۔ نور کے ایسے ہمدرد کے لئے ناظرین نور انکی حسنات دارین کے واسطے خاص طور پر دعا کریں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

شذرات

افضل ما شہدت بہ الاعداء

یہ ایک عربی کی مشہور ضرب المثل ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ دشمن کی شہادت سب سے بڑھ کر فضیلت رکھتی ہے۔ بھائی پرمانند مشہور دشمن اسلام جنہوں نے اسلام کے ساتھ کینہ پروری کی قسم کھائی ہوئی ہے۔ آخر اسلام کی خوبیوں کے سامنے ان کی گردن بھی جھکے بغیر نہ رہ سکی کہتے ہیں۔

"اسلام میں بے نظیر خوبیاں ہیں۔ میں بھی ایک خوبی آج اپنے ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں۔ اور وہ اسلام کے بانی کا ایک واقعہ ہے۔ آپ کے ناظرین اسے پہلے بھی جانتے ہوں گے۔ مگر اس سے بڑھ کر اور کوئی خوبصورت بات معلوم نہیں ہوتی۔ یہاں آپ نے اس بدو مہمان کا واقعہ بیان کیا ہے۔ جو غلاظت آلود بستر چھوڑ کر چلا گیا اور آنحضرت صلعم نے اپنے دست مبارک سے صاف کیا جہاں پر حضور نے خدا کی عبادت پر زور دیا۔ وہاں پر خلق خدا کی خدمت بھی ان کی زندگی میں کم نہ تھی ہمیں یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس خدمت میں ہی اصلی عبادت ہے"

(کشمیر امرتسر)

گوشت خوری اور مہاتما گاندھی

جناب گاندھی فرماتے ہیں "بہت سے آدمی جو گوشت کھاتے ہیں لیکن رحم، سچائی، اور خوف خدا جیسی افضل نیکیوں سے مزین ہیں۔ وہ اس ہندو سے افضل ہیں۔ جو گوشت نہیں کھاتا۔ لیکن دمبھ (مکر و فریب) کرتا ہے"

مطلب یہ ہے کہ ایک پر فتن ریا کار بگلہ بھگت سے ایک ایماندار صداقت پسند گوشت خور بہت بہتر ہے کیا آریہ دوست اس فیصلہ پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں گے؟ آریہ سماج اور ٹھنڈا دل۔ یہ تو اجتماع ضدین ہے۔

باجا اور گائے

دنیا میں صلح اور آشتی جہاں رواداری اور بردباری کو چاہتی ہے۔ وہاں تدبر کی بھی حاجت مند ہے۔ جناب موتی لال نہرو نے اس کے متعلق کیا خوب کہا ہے کہ۔

"میری رائے میں یہ ہے کہ مسلمانوں کا کوئی حق نہیں کہ وہ مسجد کے سامنے باجا بجانے سے ہندوؤں کو روکیں۔ اسی طرح ہندوؤں کو بھی حق نہیں کہ وہ مسلمانوں کو گئوکشی سے زبردستی سے روکیں"

یہ فیصلہ کیسا معقول ہے۔ اور اگر اس کے ساتھ ایک دوسرے کے جذبات کا بھی خیال رکھ لیا جائے۔ وہ یہ کہ ہندو خواہ مخواہ بوقت نماز مسجد کے سامنے ڈٹ کر باجا بجانے سے اجتناب کریں۔ اور مسلمان ذبیحہ گاؤ میں جو پہلے بھی محتاط ہیں اور زیادہ احتیاط کریں۔ کہ بوقت ذبح ہندوؤں کے جذبات کا خیال رکھا جائے اگر نیتیں صاف ہوں تو اس صورت میں آئے دن کے جدال و قتال کا بہت حد تک سد باب ہو سکتا ہے۔

مسلم اور ہندو ذہنیت میں بعد عظیم

مسلمانوں نے تو گذشتہ عیدین کے موقعہ پر اس امر کا عملی ثبوت دے دیا کہ وہ اپنے ہمسایہ ہندوؤں کے جذبات کا جائز احترام کرنے کے لئے تیار ہیں مگر برخلاف اس کے پنڈت موتی لال صاحب کی اس مذکورۃ الصدر معقول رائے کے متعلق جس اندھے رنج و غصہ کا اظہار سنگھٹنی اخبارات نے کیا ہے وہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ وہ پنڈت موتی لال نہرو کے ہندو پن پر بھی علانیہ شبہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور یہ ہے بھی سچ۔ کیونکہ آج کل سنگھٹنی اخبارات کے نزدیک وہی راسخ العقیدہ ہندو ہے۔ جو مسلمانوں کے مذہبی و تمدنی جذبات کو تو کچلے مگر برخلاف اس کے اپنے جذبات کا رواداری سے نہیں بلکہ سختی اور زبردستی سے احترام کرائے۔

اس نازک وقت میں ہر ایک خریدار نور کے لئے کم از کم ایک ایک خریدار پیدا کر کے نور سے عملی محبت کا ثبوت دینا

جھٹکہ اور مسلمان اذان اور سکھ

جہاں مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے۔ وہاں سکھ اس بات کے شاکی ہیں کہ انہیں جھٹکہ سے روکا جاتا ہے۔ اور جہاں سکھوں کی آبادی زیادہ ہے۔ وہاں مسلمان اس بات کے شاکی ہیں۔ کہ انہیں اذان سے روکا جاتا ہے۔ یہ ہر دو فریق کی جہالت کا نتیجہ ہے اسلام بہت وسیع القلب اور روادار مذہب واقع ہوا ہے اسلام ایک طرفۃ العین کے لئے بھی اس بات کو پسند نہیں کرتا۔ کہ پیروان اسلام اپنے ہمسایہ قوم کے تمدنی معاملات اور گھریلو زندگی میں کوئی دخل دیں۔ جھٹکہ کیا اگر سکھ صاحبان سؤر بھی کھائیں تو بھی کوئی تعرض نہ کرنا چاہیئے۔ جھٹکہ وغیرہ کی ممانعت ہے تو مسلمانوں کے لئے۔ نہ یہ کہ مسلمان اوروں کو بھی اس کے کھانے سے منع کریں۔ یہ مسلمانوں کی دراصل سخت غلطی ہے اور انہوں نے اسلام کو بہت ہی غلط سمجھا ہے۔

دوسری طرف سکھوں کی بھی یہ سخت غلطی ہے کہ وہ بعض جگہ مسلمانوں کی اقلیت سے فائدہ اٹھا کر انہیں اذان اور نماز سے منع کرتے ہیں۔ اگر ایسے برائے نام سکھ گرنتھ صاحب کے عامل ہوتے۔ تو وہ کبھی خواب میں بھی اس فاش غلطی کا ارتکاب نہ کرتے۔ شری گرنتھ صاحب میں تو صاف لکھا ہے۔ ؎

کبیر سپنے ہوں بڑ راٹکے جو نیوے ہر کا نام
تا کے پگ کی پانہی میرے تن کے چام

یعنی اگر کوئی شخص رات کو خواب میں بڑاتے ہوئے بھی خدا کا نام لے تو میں ایسے شخص پہ قربان ہوں اور میں خوش ہونگا۔ اگر ایسے شخص کے پاؤں کی جوتی میرے چمڑے سے بنائی جائی۔ سبحان اللہ خدا کے ساتھ پریم کا کیسا عجیب نظارہ ہے۔ کیا ایسے لوگوں کو کبھی خواب میں بھی ایسے لوگوں کی مخالفت کا حق پہنچتا ہے۔ جو خواب میں نہیں بلکہ بیداری کی حالت میں دن میں پانچ وقت۔ اللہ اکبر (خدا سب سے بڑا ہے) کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ اس کے متعلق شیر پنجاب کے ایڈیٹر صاحب نے ۲۳ مئی کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے اخبار میں اظہار رائے کیا ہے۔ وہ سکھوں کے لئے خاص طور پر قابل مطالعہ ہے۔

سکھ اور مسلمان

کے عنوان سے سکھ ہمعصر شیر پنجاب اپنے ۲۳ مئی کے اشو میں لکھتا ہے کہ:-

ایک اسلامی ہمعصر نے ہماری توجہ ان مسجدوں کی طرف دلائی ہے۔ جن کے انہدام کا سکھوں پر حال ہی میں الزام لگایا گیا ہے۔ ہم ان خاص واقعات کے متعلق جن کی تحقیقات عدالتوں میں ہو رہی ہے کوئی رائے زنی کرنا نہیں چاہتے لیکن اصول کے طور پر کہتے ہیں۔ کہ جو شخص سکھ ہو کر اپنے کسی ہموطن کی عبادت گاہ کو گراتا ہے۔ یا کسی کو اپنے طریقہ پر عبادت کرنے سے باز رکھنے کی بجبر کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے مذہب پر ظلم کرتا ہے۔ اور اپنی قوم کو بدنام کرتا ہے جہاں مسلمان کمزور اور غریب ہوں۔ اگر سکھ اپنے خرچ سے انہیں ان کی درخواست پر مسجدیں بنوا دیں تو یہ ہماری روایات کے عین مطابق بات ہوگی سکھوں کو اپنے ان بھائیوں کا خیال رکھتے ہوئے جو عموماً ہر جگہ ہندو اور مسلمانوں کی نسبت کم تعداد میں آباد ہیں کسی کمزور یا قلیل التعداد فرقہ پر جبر نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ حتی المقدور ان کی امداد کرنی چاہیئے۔

ہندو مسلم اتحاد کی تباہی کا موجب کون ہے

بغیر کسی لاگ ولپیٹ اور جھجک کے یہ کہنا بالکل سچ ہے کہ ہندو مسلم اتحاد کی تباہی کا موجب ستیارتھ پرکاش ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ہندوستان کے مختلف مذاہب کے اتحاد کی بربادی کا سبب ستیارتھ پرکاش ہے۔ تو یہ بالکل درست ہوگا۔ مسلمانوں کے بزرگوں مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی شان میں جس قدر دریدہ دہنی اور گستاخی سے کام لیا گیا ہے وہ اظہر من الشمس ہے ہندوستان میں اور بھی کئی مذہب ہیں۔ مثلاً مسلمان عیسائی سناتنی، سکھ وغیرہ مگر کیا کسی مذہب کی طرف سے ایسی دلآزار اور اتحاد کش کتاب شائع ہوئی ہے جیسا کہ ستیارتھ پرکاش ہے۔ جسکو آریہ لوگ پانچواں وید سمجھتے ہیں۔ اس کتاب کی موجودگی میں یہ کہنا کہ مسلمانوں اور آریہ یا آریہ نما ہندوؤں کے ساتھ کوئی سمجھوتہ کی صورت ہو سکتی ہے۔

ایں خیال است و محال است و جنوں

مذہبی سکھ مسلمان ہوئے جا رہے ہیں

اس عنوان سے ۲۴ مئی کا شیر پنجاب لکھتا ہے کہ۔

"ہمیں یہ سنکر نہایت رنج ہوا کہ "مذہبی" سکھوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے اور اب وہ اس ذلت کو برداشت نہ کرنے پر تل بیٹھے ہیں۔ جو نام نہاد سکھوں کی طرف سے آج صدیوں پہلے سے ان کے پیش کی جا رہی ہیں۔ شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کو اطلاع ملی ہے۔ کہ ڈھابا خورد ضلع شیخوپورہ میں کئی سکھ گھرانوں کو مسلمان مبلغین سکھی سے گرا کر اسلام کی گود میں ڈالنے کی کامیاب کوششیں کر رہے ہیں۔ اور بہت جلد ان سکھوں کی ایک بڑی تعداد مسلمان ہو جائیگی جو اپنے ہم مذہبوں کے ظالمانہ اور پایہ انسانیت سے گرے ہوئے سلوک سے تنگ آ گئے ہیں ترقی تو ہم کسی طرح بھی نہیں کر رہے۔ مگر چاروں طرف سے تنزل جاری ہے اور آہستہ آہستہ سکھ دہرم کے پیروؤں کی تعداد میں نامعلوم طور پر کمی واقع ہو رہی ہے۔ کون ہے۔ جو ہمیں جگائے۔ یا اگر ہم جاگ نہیں سکتے تو ہمارا ماتم کرے"۔

نور:- اگر سکھ مسلمان ہو رہے ہیں تو ہمارے ہمعصر کو برا نہیں منانا چاہیئے کیونکہ اسلام اور سکھ مذہب کا چشمہ ایک ہی ہے۔ اور حضرت گورو نانک دیو جی مہاراج کے یہ اقوال اس کے بہترین شاہد ہیں ؎

کوزہ بانگ نماز مصلّی نیل روپ بنواری
گھر گھر میاں سبھناں جیاں بولی اور تمہاری
جے تو میر مہیت صاحب قدرت کون ہماری
چار کوٹ سلام کریں گے گھر گھر صفت تمہاری

ان اقوال کی موجودگی میں سکھ صاحبان کا اسلام کی طرف مائل ہونا گویا اپنے گھر کی طرف رجوع کرنا ہے۔

"شیر پنجاب" توجہ کرے

ہمعصر شیر پنجاب (لائل گزٹ) قریباً ہر پرچہ میں سنگھٹن رو رہا ہے۔ (جسکی کم توقع تھی) مسلمانوں پر یہ الزام لگاتا ہے۔ کہ وہ ملکی روسے ہٹ کر قومیت کی طرف بہ جا رہے ہیں۔ مگر کیا ہمارے ہمعصر نے اس پر کبھی غور کیا کہ سب سے پہلے مسلمانوں پر چھاپہ مارنے کے لئے اشدھی کے ڈھونگ کو کس نے رچا مسلمان یہ نہیں کہتے کہ کوئی اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کرے۔ ہر ایک کو یہ حق ہے۔ مگر کسی قوم کے کمزور افراد پر اسے اپنے عقیدہ سے ڈگمگانے کے لئے لاؤ لشکر کی صورت میں حملہ کرنا یہ اس مذہب کے جذبات سے کھیلنا ہی جیسا کہ اشدھی کے نام سے راجپوتانہ میں آریوں نے کھیلا۔ کیا مسلمانوں کی تبلیغی سعی میں کوئی ایسی مثال مل سکتی ہے۔ پھر مسلمانوں کے مقابلہ میں سنگھٹن کی طرح ڈالنا پھر سوامی ستیہ دیو بھائی پرمانند ڈاکٹر مونجے کا علی الاعلان یہ کہنا کہ مسلمانوں کے لئے خودداری کے ساتھ ہندوستان میں کوئی جگہ نہیں۔ اگر وہ ہندوستان میں رہ سکتے ہیں تو وہ صرف ہندوؤں کے غلام رہ کر کیا شیر پنجاب" کسی مسلمان لیڈر کی تقریر سے اس قسم کے الفاظ پیش کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں پھر شیر پنجاب کا ان اتفاق کش لیڈروں کی "دراز دستیوں" سے خاموش رہنا۔ اور اگر مسلمان اپنے بچاؤ کے لئے کچھ سوچیں۔ تو ان کو مطعون کرنا تو کیا یہ در پردہ سوامی ستیہ دیو بھائی پرمانند اور ڈاکٹر مونجے وغیرہ کی تائید نہیں کرتا ہے۔ جو سکھوں کی قدیمی روایات کے صریح خلاف ہے۔ اگر خدانخواستہ آج ہندوستان کو سوراج مل جائے۔ تو پرمانند ستیہ دیو اور مونجے وغیرہ قماش کے لوگ مسلمانوں کے لئے جس رنگ و روپ میں ظاہر ہو سکتے ہیں۔ وہ کوئی پوشیدہ بات ہے۔ اس لئے عاقبت اندیش لوگوں کی یہ دعا ہے کہ

خدا گنجے کو ناخن نہ دے

ہندو دہرم میں گوشت خوری

۱۲- مئی کا پرکاش لکھتا ہے کہ:- "ہندو دہرم میں گرنتھوں کے گلے گوشت خوری

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی بدعت ڑہینے کے ذمہ وار نسند یہ دام مارگی ہیں۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ انہیں پرکشیپت شلوکوں کو پیش کر کے مخالف ہندوؤں کو الزام دیتے ہیں۔ کہ تمہارے دہرم میں گئو ہنتیا تک جائز ہے۔ اس حالت میں سناتنیوں کا فرض کیا ہے؟ یہ کہ وہ اپنے دہرم گرنتھوں کی پرتال کریں اور ان میں جو شلوک مخالفان ویدک دہرم نے محض شرارتاً درج کر دیئے ہیں۔ ان کو نکال کر الگ کر دیں۔

ناپسند باتوں کو بے چارے دام مارگیوں کے گلے مڑہنا کا ڈہنگ تو بہت اچھا ہے۔ مگر کیا پرکاش یہ بتلا سکتا ہے۔ کہ دام مارگی کے چکرورتی راج نے ہندوؤں کے کن کن گرنتھوں پر ہاتھ صاف کیا۔ اور "وید مقدس" دام مارگیوں کی دست درازی سے کیسے بچے رہے۔ اور باوجود شدید احتیاط کے اب بھی آریوں کے نئے پانچویں وید ستیارتھ پرکاش میں جو گوشت خوری کی تائید ہے۔ یہ کس جابر دام مارگی کی دست درازی کا نتیجہ ہے۔ علاوہ ازیں پرکاش کے ہمسایہ میں۔ جو کالج پارٹی ہے۔ اس پر کس دام مارگی جادوگر کا اثر ہے۔

اپنے گریبان میں منہ ڈالئے

نور کے گذشتہ پرچہ میں تعدد ازدواج پر مولانا عبد الکریم خان صاحب کا ایک مبسوط مضمون چھپا تھا۔ جس میں ہر ایک مشہور و معروف مذہب سے تعدد ازدواج کی تائید دکھلائی گئی تھی۔ اور اس ضمن میں یہ بھی ظاہر کیا گیا تھا۔ کہ اسلام میں تعدد ازدواج کوئی فرض نہیں۔ ضرورت اور مرضی پر منحصر ہے اس مفہوم کو نہ سمجھ کر مشہور آریہ اخبار پرکاش بہت بپھرا ہے۔ حالانکہ اسے پہلے اپنے گھر کی خیر منانی چاہئے تھی (۱) کتنے مشہور رشی کی کتنی بیویاں تھیں۔ (۲) راجہ دسرتھ کی کتنی بیویاں تھیں (۳) وشیٹ جو ایک مشہور رشی گذرے ہیں۔ ان کی کتنی بیویاں تھیں؟ پوری ایک سنو (۴) مہارشی یاگولکیہ کی کتنی بیویاں تھیں۔ (۵) شری کرشن جی مہاراج کی کتنی بیویاں تھیں (۶) شری کرشن جی مہاراج کے والد محترم جناب واسدیو کی کتنی بیویاں تھیں۔

کیا ایڈیٹر صاحب پرکاش کو ہمت ہے۔ کہ ان واقعات پر روشنی ڈالے اور اسپر اپنی تنقید کو چسپاں کرے دور کیوں جاؤ۔ کیا خود آریہ سماج جو اونچی دکان پھیکا پکوان کی بہترین نظیر ہے۔ تعدد ازدواج کا قائل نہیں ہے۔ ہاں ضرور ہے۔ کیا نیوگ تعدد ازدواج کی بگڑی ہوئی صورت نہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ اسلام پاکیزہ تعدد ازدواج کا روادار ہے اور آریہ سماج گندے تعدد ازدواج کا۔ یہ اپنی اپنی قسمت ہے۔ لہذا اگر آریہ سماج میں کچھ دیانت اور امانت کا مادہ ہے۔ تو اسے مسلمانوں کے پاکیزہ تعدد ازدواج پر کوئی حرف گیری نہیں کرنی چاہئے۔
تجھے پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ توں۔

قوم قانونگو

قوم کے لوگو نہیں ابتک نہیں ہے آتا خیال
دیکھئے ہو جبکہ اپنے سامنے حال
دوستو وہ قافلے والے بہت آگے گئے،
تم یہاں پر کب تلک کرتے رہو گے قیل وقال
وہ تو میدان ترقی میں بڑہے جاتے ہیں یوں
جس طرح بڑہتا ہے جرنیل اپنے لشکر کو سنبھال
ایک وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ سب کچھ آج
ایک ہم جو آج کا بھی کام دیتے کل پہ ٹال
ایک وہ جن میں ہے باہم اتحاد و اتفاق
ایک ہم ہیں جن میں ہیں جھگڑے ہی اور آئے دن سال
ایک وہ ہیں جو کہ علم و فن میں کامل ہو گئے
ایک ہم ہیں جو جا رہے ہیں آجکل سوئے زوال
گر یہی حالت رہی پھر دیکھنا تم ایکدن
ہوتے ہوتے ہو ہی جاؤ گے لب گور پائمال
لو اٹھو جلدی کرو یہ کام کچھ مشکل نہیں،
ایک ذرا تم کاہلی کا توڑو سب مل کے
مرکب ہمت پہ چڑھ کر اے دلیرو بڑہ چلو
تاکہ اپنی آنکھ سے تم دیکھلو کمال،
مل کے آپس میں کر دگر اتفاق و اتحاد
پھر مقابل پر بھلا کس کو ہے آپکی مجال
اپنے بچوں کو سکھاؤ جلد تر علم و ہنر
تاکہ آئندہ زمانہ میں رہے حالت بحال
دور کر دو مل کے پیارو سب برے رسم و رواج
الغرض جو کھوٹ ہے وہ اپنے اندر سے نکال
صدق دل سے ہے دعا ئے سراج
دے ترقی پر ترقی قوم کو وہ ذوالجلال

ایس۔ ایم سراج الدین از مسلانیہ

وصیت نمبر ۲۳۶۵ میں جیواں زوجہ نبی بخش قوم کمہار ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کی ہوں چونکہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ (۱) میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو اس کے تیسرے ⅓ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی (۲) میری موجودہ جائداد مہر ۵ہے نشان انگوٹھا گواہ شد۔ نبی بخش خاوند موصیہ۔ گواہ شد محمد عارف بقلم خود کاتب الحروف۔ بقلم خود محمد ابراہیم تعلیم و تربیت قادیان

وصیت نمبر ۲۳۶۶ میں اللہ دین ولد کریم بخش قوم جٹ ساکن بھینی بانگر تحصیل و ضلع گورداسپور کا ہوں چونکہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ اپنی جائداد متروکہ کے متعلق حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (۱) میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو اس کے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ (۳) اس وقت میری اراضی چہ گھماؤں چار کنال واقعہ بھینی بانگر میں ہے اور ایک سکونتی مکان قیمتی یکصد روپیہ کا ہے۔ منقولہ جائداد ۵ روپیہ کی۔ نیز ۱۰ روپیہ کی زمین رہن لی ہوئی ہے زمین کا ⅒ صدر انجمن احمدیہ کے نام ہبہ کر دونگا فقط ۱۹ اسلام۔ العبد۔ اللہ دین موصی سکنہ بھینی بانگر۔ گواہ شد عمر الدین احمدی ولد کریم بخش سکنہ بھینی بانگر۔ گواہ شد...

نبی بخش سکنہ بھینی بانگر

موجودہ کشمکش اور خلافت کانفرنس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے خلافت کانفرنس کے خاص اجلاس میں حسب ذیل خطبہ صدارت دیا۔

مجلس خلافت کے اغراض و مقاصد آج سے تقریباً چھ سات سال پہلے متعین کئے گئے تھے۔ اسوقت حالات بالکل علیحدہ تھے۔ اور مجلس خلافت خاص مقاصد تین تھے۔ ایک تو ترکی کے لئے مناسب صلح کی جد و جہد۔ دوسرے جزیرۃ العرب کو شریف کی حکومت سے جو غیر مسلم اقتدار کے ماتحت تھی نجات دلانا۔ اور تیسرے حصول سوراج اب حالات بالکل تبدیل ہو گئے۔ آج خود ہندوستان کے اندر جہاد کی ضرورت ہے۔ لیکن جہاد صلح و امن کی۔

اس اجلاس کی ضرورت

مجھے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اس خاص اجلاس کی اس قدر عجلت میں تیاری کیوں ہوئی۔ اب تک خلافت کمیٹی کی جو صورت تھی اسے آپ کے سامنے پیش کر دیا مگر اب چونکہ حالات بدل گئے ہیں۔ لہذا ضرورت تھی کہ اس دستور اساسی میں تبدیلی کی جائے۔ اور تبدیلی بغیر عام کانفرنس کے ممکن نہ تھی۔ اس لئے قرار پایا کہ جلد از جلد ایک اجلاس منعقد کیا جائے۔ تاکہ اس کے بعد ہی کام شروع کر دیا جائے۔

بگڑنے کا حق کسے تھا؟

جب ہندو و مسلم اتحاد شروع ہی ہوا تھا تو سب سے پہلے جو بات پیش آئی وہ شاہ آباد اور آرہ کے واقعات تھے۔ پورے ضلع میں ایک خاص قسم کی بغاوت ہو گئی۔ مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔ کتب خانہ جلا دیئے گئے مساجد کو تباہ کیا گیا۔ اور معصوم بچوں تک کو قتل کیا گیا۔ اس میں شرکت کے لئے آس پاس کے رہنے والے بھی شریک ہوئے۔ بلیا کے راجپوت سوداگرے۔ اور انہوں نے جا کر قتل و غارت میں حصہ لیا۔ لیکن اس واقعہ کے باوجود بھی ہم نے چالیس سال کے بعد اتحاد کا جو رشتہ قائم کیا تھا۔ اسے منقطع نہیں کیا۔ کٹارپور میں کیا ہوا وہاں کے مسلمانوں کو ان کے گھروں میں پھونک دیا گیا اور ان کے گھروں کو جلایا گیا۔ لیکن ہر وہ مسلمان جو اتحاد کا خواہاں تھا۔ اپنی جگہ پر کانپ رہا تھا۔ کہ دیکھئے اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ لیکن شاباش مرحبا کہ انہوں نے اس سر رشتہ کو چھوڑنا گوارا نہیں کیا۔

عزت کی زندگی کی خواہش

آپ دیکھ رہے ہیں کہ تبلیغیوں نے نہ تو خواتین کو پردہ سے باہر نکالا۔ نہ ان یتیم بچوں کا ذکر کیا جن کو شدھیوں سے اچک لیا جاتا ہے۔ نہ ان نو لاکھ راجپوتوں کا ذکر کیا۔ جن کے خرمن ایمان پر ارتداد کی بجلی گرائی گئی۔ میں ان باتوں کا ذکر اس لئے نہیں کرتا کہ آپ کے جذبات کو بھڑکاؤں۔ میں تو صرف یہ تلقین کرتا ہوں۔ کہ اگر مسلمانوں کو ملکی کے دو پاٹوں سے بیدار رکھنا۔ جن کے درمیان مسلمانوں کو پیسنے کی سعی کی جا رہی ہے۔ منظور ہے تو دفاع کرنا پڑے گا ہمارا ہاتھ اب بھی بڑھا ہوا ہے۔ یہ ہندوؤں کو اختیار ہے۔ کہ وہ اسے اس پہلوان کا ہاتھ سمجھیں جو ابھی اکھاڑے میں اترا ہے۔ یا صلح کا ہاتھ سمجھیں لیکن مسلمانوں کو یقین واثق ہونا چاہیئے۔ کہ ان کو عزت کی زندگی بسر کرنا ہے۔ ایسی زندگی جو تیرہ سو سال کی سر بسر آرائی۔ اور ہندوستان میں چھ سو سال کی فرمانروائی۔ اور دنیا کی توحید پرست قوم کے شایان شان ہو۔

مذہب پر حملہ گوارا نہیں ہو سکتا

ہم نے دلی کے تخت کو تباہ و برباد کر دیا۔ ہم مرہٹوں، سکھوں، انگریزوں اور فرانسیسیوں سے لٹ گئے۔ لیکن ہم محمدؐ کا نام اسلام کی محبت، توحید کی امانت کا برباد کیا جانا برداشت نہیں کر سکتے۔ اس سرخ قلعہ کا ڈھایا جانا گوارا ہے۔ لیکن اس جامع مسجد کی ایک اینٹ کا اپنی جگہ سے ہٹنا گوارا نہیں۔ تم ہزار بار سنگھٹن کرو ہم اس کی پشہ برابر بھی شکر نہیں کرتے۔ لیکن اگر مذہب کو راستے میں اگر تم ایک تنکے سے بھی حملہ کرتے ہو تو ہم اسے پہاڑ سمجھتے ہیں۔ ہم شدھی کی تحریک کو گوارا نہیں کر سکتے۔

بزرگان دین کی توہین

اگر تمہاری شدھی کا یہ طریقہ ہوتا کہ تم اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے میں مبالغہ کرتے۔ اور ہمالیہ کی چوٹی سے تبلیغ کی ہر تک ایک شور برپا کر دیتے۔ تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ لیکن تم اس کے بجائے یہ کرتے ہو کہ اپنے جلسوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) سلطان محمود اور عالمگیر کو برا کہتے ہو۔ اور تمہاری تبلیغ تمام تر مسلمانوں پیشواؤں کو برا کہنے تک محدود ہے۔ پھر تم یہ کہتے ہو کہ تم کو یہ سننا پڑے گا۔ اور اتحاد کا ہاتھ بڑھانا ہوگا یہ ناممکن ہے۔

ہندوؤں کی شرائط صلح

ہندو نامہ نگاروں کے مضامین سے جو ہندوؤں کے اخبارات میں اس شوق کے ساتھ شایع کئے جاتے ہیں اور ہمارے ہندو اس شوق کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں سے کس طرح اتحاد ممکن ہے وہ شرائط حسب ذیل ہیں۔

(۱) مسلمان اپنے عربی نام بدل دیں۔ اور ہندو نام رکھیں

(۲) مسلمان اسلامی عیدیں چھوڑ کر ہندو تہوار منائیں

(۳) مسلمان اپنے مذہب کو اسلام کہنا چھوڑ دیں۔ اور ہندوؤں کی شاخ بن جائیں۔

پھر یہ کہا جاتا ہے۔ کہ مسلمان اتحاد کی ان دفعات کو پڑھ کر رنجیدہ نہ ہوں۔

مسلمان ہندوستان میں کیسے رہیں؟

مسلم فرقہ وار کانفرنس اور انجمنوں کے کتنے اجلاس ہوئے اور ہندوؤں کے کتنے ہوئے۔ اور پھر انمیں کس قسم کی تقریریں ہوئیں؟ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اقوام کی ذہنیت میں کتنا فرق ہے۔ ڈاکٹر مونجے ایک کانگریس مین ہیں۔ لیکن اگر شخص کے اس سے بڑھکر کیا مسموم الفاظ ہو سکتے ہیں کہ مسلمان ہمارے محکوم ہو کر رہ سکتے ہیں۔ حاکمانہ برابری کا دعوی کر کے نہیں رہ سکتے ہیں ہم تو سب ایک جماعت کے ماتحت ہیں حکومت کا دعوی تو دونوں میں سے کوئی نہیں کر سکتا۔ البتہ ہم ہندوستان کی فلاح و بہبود میں برابری کا حصہ ضرور لینا چاہتے ہیں

ہندوؤں کی قوم پرستی سے بیزاری

کوئی ایسا نہیں ہے کہ اس قسم کی تقریروں کو روک سکے ہم نے تین سال تک انتظار کیا کہ کوئی خدا کا بندہ اٹھے۔ اور اس قسم کی باتوں کو بند کر دے۔ لیکن وہاں سے کوئی ایسا شخص نہیں اٹھا۔ اس کے خلاف ہماری جماعت میں ایسے لوگ اب بھی موجود ہیں۔ جن کے دل افسردہ ہیں باینہمہ وہ ایک حرف بھی کہنا نہیں چاہتے۔

آئندہ لائحہ عمل یہ تجربہ سے ثابت ہو گیا کہ چالیس سال کی مساعی غلط تھیں اور ہم انگریزوں کے زیر سایہ اور ان کی خوشامد کر کے زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہو گیا کہ محض ہندوؤں کے رحم و کرم پر بھی زندگی ناممکن ہے۔ ہم کو دونوں طاقتوں کے درمیان اپنی قوت پر وجود قایم رکھنا ہے لیکن اقتصادی حیثیت سے ہم مہاجنوں کے ہاتھ بکے ہوئے ہیں مذہب کے لحاظ سے منقسم ہیں۔ تعلیم کے مسلم یونیورسٹی اور جامعہ کے فریق ہیں۔ اور سیاسی اختلاف بھی موجود ہیں۔ ایسی حالت میں اتفاق و اتحاد کیسے ہو؟ اتحاد کا طریقہ یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد الرسول اللہ آپکا مرکز اتحاد ہو آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دامن مضبوط تھام لیجئے۔ پھر آپ میں اتحاد خود ہو جائیگا۔

لارڈ ریڈنگ ۱۷ سالہ عمر میں

ہندوستان کے سابق وائسرائے لارڈ ریڈنگ سب سے پہلے ۱۷ سال کی عمر میں ہندوستان آئے آپ ایک جہاز پر معمولی کام کیا کرتے تھے۔ دو ماہ آپ کلکتہ رہے۔ ایک روز آپ محنت کرتے کرتے اسقدر تھک گئے کہ بحالت مایوسی آپنے کہا۔ اب ہندوستان میں تاوقتیکہ وائسرائے ہو کر نہ آؤں کبھی نہ آؤنگا۔ خوش قسمتی سے وہی ۱۷ سالہ لڑکا ضعیفی میں وائسرائے بنکر ہی ہندوستان میں آیا۔ اور اپنی قابلیت و تدبر سے ایک دنیا سے خراج تحسین وصول کر کے واپس گیا

اچھوتوں کی بیداری

آریہ تہذیب کے مظالم کا احساس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ظلم و تعدی خواہ مذہبی ہو یا سیاسی، معاشرتی ہو یا تمدنی اخلاقی ہو یا علمی۔ ہمیشہ کے لئے مقابلہ و مزاحمت سے فارغ نہیں ہو سکتی، ظالموں نے مظلوموں اور حاکموں نے محکوموں کو فنا کرنے، مٹانے اور بے ہمت و پامال بنانے میں کبھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ مظلوں کی چیخ و پکار اور محکومانہ آہ و فریاد کا نہ محض لبوں اور زبانوں پر بلکہ دلوں کی گہرائیوں تک تعاقب کیا گیا: تاہم تھوڑی یا بہت مدت گزر جانے پر بعد میں وہ آوازیں اٹھیں۔ اور اس زور و شور سے اٹھیں کہ ظلم و جبر وہ دستی کی ساری قاہری و فرمانروائی خود اپنے لئے صف ماتم بچھانے پر مجبور ہو گئی۔

مختلف ملکوں اور مختلف قوموں کی تاریخوں کے صفحات پر قومی ظلم و تعدی کی بہت سی خونچکاں داستانیں ثبت ہیں۔ اسی قبیل کی ایک سب سے بڑھ کر ہولناک داستان آریوں کے ابتدائی حملے کے وقت سے مدون ہونا شروع ہو گئی تھی۔ جو آریائی تہذیب کے تسلط کے ساتھ ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچی۔ آریہ قوم نے جس کی اولاد سے ہونے کا ہمارے "اونچی دوکان" کے ہندوؤں کو شرف حاصل ہے۔ یہاں کے اصلی اور قدیم باشندوں کی قومیت و تہذیب کو اس بے وردی کے ساتھ فنا کیا کہ شاید اس کی مثال دنیا کی کوئی تاریخ بھی پیش نہیں کر سکتی۔ اکثر باشندے تہ تیغ کر ڈالے گئے۔ بقیۃ السیف میں سے ایک بڑے حصہ کو ادنے درجہ کا غلام بنا کر رکھا گیا۔ اور جو غریب ان دونوں مصیبتوں سے بچے۔ وہ گھنے اور درندوں سے بھرے ہوئے جنگلوں کی تاریکیوں میں اور انسانی آبادیوں سے دور افتادہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر جا چھپے۔ جہاں وہ ہزاروں برسوں کو باہر کی دنیا اور اس کے شور و شغب سے بالکل بے خبر زندگیاں بسر کر رہے ہیں۔ اور صرف ایک موہوم سی یاد ان کے دلوں میں باقی ہے۔ کہ یہ وسیع و عریض ملک جہاں ان کے آباؤ اجداد کی قومیت کے تباہ ہونے کے بعد صدہا سلطنتیں بنیں اور بگڑیں۔ کسی وقت قدیم میں ان کا اور ان کا خالصتہً وطن تھا۔ اگر آریوں کی فطرت لا یعنی امتیازات معاشرت کی تنگ نظریوں سے بالا ہو کر یہاں کے قدیم باشندوں کو اپنے ساتھ صحیح اور منصفانہ کوشش پر آمادہ ہو جاتی۔ یعنی مذہباً ان کو اپنا جز قرار دے لینے کے بعد عام مجلسی اور شہری دروازہ ان پر بند نہ کر دیتی تو شاید آج اس تہذیب کے اس ہولناک ظلم کا سراغ ڈھونڈھے سے بھی نہیں ملتا۔ لیکن قدرت کے کھیل عجیب ہیں۔ آریہ اپنی قاہری اور فرمانروائی کے نشہ میں اس طرح چور ہوئے کہ وہ انسانیت کے ادنیٰ درجہ کی فرائض کی بجا آوری کیلئے بھی آمادہ نہ ہوئے۔ انہوں نے اچھوتوں کے گلے میں ذلت و مسکنت کا طوق ڈالکر سمجھ لیا۔ کہ اب وہ دائمی طور پر ان کے قبضہ میں آ گئے۔ اور انہیں دنیا کی کوئی طاقت اس ہولناک بے انصافی کے آہنی چنگل سے آزاد نہیں کر سکتی۔ آج انہیں تباہ شدہ غلاموں کی چھ کروڑ آبادی آریائی تہذیب، آریائی مظالم، اور ہندوؤں کی ہزار ہا سالہ انسانیت سوز تعدیوں کا جگر سوز الم نامہ دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ اور کوئی ہندو اس کے خلاف زبان گستاخی کی جرات نہیں کر سکتا۔

اسی ایک مہینہ کے اندر اندر اچھوتوں کے دو اجتماعوں کی روئدادیں ہمارے سامنے آ چکی ہیں۔ پہلا اجتماع غالباً ۱۱ اپریل کو الہ آباد میں ہوا تھا۔ دوسرا اجتماع جس میں اچھوتوں کے صرف رہنما شریک ہوئے ۲۶ اپریل کو ناگپور میں ہوا۔ دونوں اجتماعوں کی روئدادیں۔ اصولاً مشترک نظر آتی ہیں۔ اور دونوں میں جو خیالات ظاہر کئے گئے وہ تقریباً یکساں ہیں۔ یعنی آریاؤں کے مظالم، اور ہندوؤں کی ہزار ہا سال تعدیوں کے خلاف شدید اور پر زور احتجاج اور انگریزی حکومت کی طرف زبردست میلان اور گہری رغبت۔ اول الذکر پہلا سنا ہے کے خیالات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس سپاسنامہ سے واضح ہو سکتے ہیں۔ جو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا۔ اور اس کی غیر حاضری میں اچھوت سبھا کے اجلاس عام میں سنایا گیا تھا۔ اس سپاسنامہ کا یہ حصہ خاص طور پر توجہ طلب ہے:۔

"ترک موالات کے اضطراب انگیز دور میں ہندو جن میں اب تک ہم اچھوت سیاسی طور پر شامل سمجھے گئے ہیں۔ شہزادہ ولی عہد سے مقاطعہ کر رہے تھے۔ ہماری جماعت کے آل انڈیا اجتماع نے اس موقع پر سلطنت ہند کے پایہ تخت یعنی دہلی میں شہزادہ ولیعہد کا استقبال کیا۔ اور انہیں اچھوتوں کے حقوق و مقاصد کا محافظ سمجھا ہم حکومت برطانیہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس حکومت نے ہمارے لئے حصول علم کے دروازے کھولے۔ جوار اوتا اور ذاتی اغراض کے لئے اب تک ہم پر بند تھے۔ اسی تعلیم کی بدولت ہمیں یہ معلوم ہوا کہ ہم یہاں کے قدیم باشندے ہیں۔ جو تمام اقوام سے پیشتر یہاں آباد تھے۔ حکومت ہمیں ذات پات کی اس تاریخی غلامی سے آزاد کرانے کا شرف حاصل کر رہی ہے۔ جس کی بیڑیاں آریہ حملہ آوروں کی اولاد نے ہمارے پاؤں میں ڈالی تھیں۔ ہم حکومت کے تہ دل سے شکرگذار ہیں کہ اس نے ہماری جماعت کی انفرادی سیاسی ہستی تسلیم کر لی ہے۔ اور ہمارے حقوق ہمیں دیئے جا رہے ہیں۔ جو مدت سے ہندوؤں نے غصب کر رکھے تھے۔ اگر برطانوی راج اور برطانوی قوانین ہماری مدد نہ کرتے۔ تو نسلی تنافر و بے انصافی کی وہ لعنت جو ذات پات کے نام سے روشناس عالم ہے۔ ہماری نسل کے محضر لقد پر قطعی بربادی کی آخری مہر ثبت کر دیتی۔

کیا کوئی ہندو انصاف کی اس فریاد کے خلاف ایک لفظ بھی اپنی زبان پر لانیکی جرات کر سکتا ہے۔

اچھوت رہنماؤں کی کانفرنس کے صدر نے بھی انگریزی حکومت کے گیت گانے کے بعد ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:۔

اس قسم کی کانفرنس اس امر کا واضح اور بین ثبوت ہیں۔ کہ اچھوتوں میں خودداری۔ خود اعتمادی اور خود اختیاری کا زبردست جذبہ پیدا ہو رہا ہے۔ جنہیں اب تک نام نہاد اونچی جاتیوں نے جن میں برہمن اور غیر برہمن سب شامل ہیں۔ بے دردی کے ساتھ اپنے غلام بنائے رکھا۔ ہماری جماعت کو اپنے ہموطنوں پر اعتماد نہیں۔ ہم اخباروں میں اور جلسوں میں اپنی مصیبت کی داستانوں کو سناتے سناتے تھک گئے ہیں۔ ناظرین و سامعین میں سے چند اشخاص وقتی طور پر متاثر ہوتے ہیں۔ اور اس کے بعد سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ اور کیوں نہ بھولیں؟ مصیبت ان کے سر پر تو سوار نہیں۔ وہ اچھا کھاتی ہیں۔ اچھا پہنتے ہیں۔ انہیں ہمارے درد کا کیا احساس ہو سکتا ہے ؟ ہم پر ذات پات کی لعنت آریوں کی آمد سے مسلط ہوئی۔ جنہوں نے ہمیں زور و جبر کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا۔ وہ اچھوت اور چنڈال قرار دے دیئے گئے۔ اور جو اپنی عزت و حرمت قربان کر دینے پر آمادہ ہو گئے۔ وہ آریوں میں شامل ہو گئے یہی لوگ غیر برہمن ہیں۔ یہ غیر برہمن بھی تو اچھوتوں ہی کا جزو ہیں۔ صرف نام علیحدہ علیحدہ رکھ دیئے گئے ہیں"۔

کہاں ہیں وہ بڑے بڑے "پوجیہ پاد" "بھارت بھوشن" اور "دیوتا سروپ" اور "پنڈت" اور "مہاتما" جن کی زبانیں رات دن مسلمانوں کے فرضی اور خود تراشیدہ مظالم کی ہرزہ سرائیوں سے خشک ہوتی رہتی ہیں وہ سن لیں کہ تاریخی دور کی تمام صدیاں کس طرح ان کے آباؤ اجداد کے ہولناک مظالم پر لعنت بھیج رہی ہیں قدرت نے آج وہی زبانیں ان کے خلاف کھلوا دی ہیں جنہیں ہمیشہ کے لئے بند کرنے کے جرم جنون میں انہوں نے تاریخ انسانیت کے شاید سب سے بڑے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ تلک الایام نداولہا بین الناس ۔

به لوح مشهد پروانه این رقم دیدم
که آتشے که مرا سوخت خویش را هم سوخت

اچھوتوں کے ساتھ اب تک خوفناک بدسلوکیاں ہوتی رہی ہیں۔ ہم کو ان سے ایک لحظ کے لئے بھی انکار نہیں ہے۔ اور وہ ان بدسلوکیوں کے متعلق جو کچھ بھی کہیں اور کریں وہ کم ہے اور ہماری دلی ہمدردی ان کے ساتھ ہے۔ اس لئے کہ یہ انسانیت کا فرض ہے۔ جسے ہر دعویدار انسانیت کو کما حقہ بجا لانا چاہیئے۔

اچھوت سبھا نے الہ آباد کے اجتماع کے موقع پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی خدمت میں جو سپاسنامہ پیش کیا تھا۔ اس میں اس بات پر بھی زور دیا تھا۔ کہ ان کے حقوق ہندوؤں سے علیحدہ کر دیئے جائیں۔

ہم بڑے ادب مگر پورے زور کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ مہربان حکومت نے ہمارے حقوق کو منوسمرتی کے پیرووں سے محفوظ رکھنے کا پورا انتظام نہیں کیا۔ اب ملک نمائندہ حکومت حاصل کر رہا ہے۔ اس لئے انتخابی مجالس میں ہمیں اپنی تعداد کے مطابق حقوق ملنے چاہئیں۔.....

..... اگرچہ اس ضلع کی دیہاتی آبادی میں ہمارا حصہ سب سے بڑا ہے۔ لیکن یہ امر افسوسناک ہے کہ دیہاتی پنچائتوں میں ہمارا تناسب بہت کم ہے۔ بلدیات، ڈسٹرکٹ بورڈوں اور مقامی کونسلوں میں بھی یہی حالت ہے۔ اسمبلی کے دروازے ہم پر سختی کے ساتھ بند ہیں۔ جو ہندو آج وہاں ہماری نام نہاد نمائندے بنے بیٹھے ہیں۔ وہ ہمارے مفاد کے محافظ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ لوگ ہیں جن کا تشدد اب ہم ایک لحظ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتے"۔

اچھوت رہنماؤں کی کانفرنس کے صدر نے بھی قریب قریب یہی خیالات ظاہر کئے۔ اگرچہ ایسے صاف اور واضح الفاظ میں نہیں ظاہر کئے۔ یہ مطالبہ کلیتہً حق و صداقت پر مبنی ہے۔ ہندوستان کی جو جماعت سمجھتی ہے۔ کہ دوسری جماعت میں ضم ہونے سے اس کے حقوق محفوظ نہیں۔ اسے پورا حق حاصل ہے کہ اپنے حقوق علیحدہ کرالے۔ یہی اصولی بنا ہے کہ مسلمان جداگانہ نمائندگی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اور اچھوتوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ کم از کم سات کروڑ مسلمان ان کے اس مطالبہ کے تہ دل سے مؤید ہیں جب ہندو آج بھی اچھوتوں کے ساتھ انصاف کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور اچھوتوں کا نام زبان پر آتے ہی ان کے نام نہاد تقدس و برتری کے مندروں اور تیرتھوں کی بنیادیں ہلنے لگتی ہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ اچھوت

اے ایس ضمیرانی (ازلیسلد ۱)